دہشت گردی۔ اسلامی نقطۂ نظر

مولانا اشتیاق احمد الاعظمی

یو پی، انڈیا

دہشت گردی کی تعریف اسلامی نقطۂ نظر سے:

دہشت گردی: مختلف افراد یا جماعتوں یا حکومتوں کی طرف سے کسی انسان یا انسانوں پر ظلم وستم اور جارحانہ سرگرمیوں کو کہتے ہیں، جس سے انسانی جان و مال اور اس کے دین وعقیدہ کو خطرہ لاحق ہو۔ دہشت گردی کے ضمن میں تشدد، خوف و ہراس، ایذا رسانی، بلاسبب قتل اور انسانی جان کے ضائع کئے جانے کی دھمکیاں بھی شامل ہیں، اسی طرح دشمنی میں کسی کو خوفزدہ کرنا، ڈاکہ اور رہزنی کی واردات، شدت پسندانہ سرگرمیاں اور لوٹ مار کی وہ تمام شکلیں دہشت گردی میں شمار کی جائیں گی جو مجرمین سے انفرادی یا اجتماعی طور پر سرزد ہوں اور اس مقصد کیلئے لوگوں میں مجرمین کا رعب و دبدبہ طاری ہو جائے۔ جس سے جان و مال، امن وسلامتی، انسانی زندگی اور اس کی آزادی کو خطرہ لاحق ہو، اسی طرح معاشرہ اور سوسائٹیز میں ایسی فضا پیدا کرنا جس سے لوگوں میں بے چینی یا توڑ پھوڑ کر کے فتنہ وفساد، املاک و جائیدادنجی یا قومی اسباب و وسائل، قومی سماجی نفع بخش اور مصنوعی وطبعی وسائل کی تباہی کا خطرہ ہو۔

یہ ہے دہشت گردی کی اسلامی نقطۂ نظر سے تعریف جیسے اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے سولہویں اجلاس میں جو شوال ۱۴۲۲ھ میں مکہ مکرمہ میں منعقد ہوا تھا، متفقہ طور پر پیش کیا گیا تھا۔ جسے ''بیان مکۃ المکرمۃ'' کے زیر عنوان شائع کیا گیا، تعریف کا عربی متن یوں ہے:

> الارهاب : هو العدوان الذی یمارسه افراد او جماعات او دول بغیاً علی الانسان: (دینه و دمه وعقله وماله وعرضه) ویشمل صنوف التخویف و الاذی والتهدید والقتل بغیر حق و ما یتصل بصور الحرابة واخافة السبیل وقطع الطریق وکل فعل من افعال العنف او التهدید، یقع تنفیذاً لمشروع اجرامی فردی او

جماعي ويهدف الى القاء الرعب بين الناس او ترويعهم بايذائهم او تعريض حياتهم او حريتهم او امنهم او احوالهم للخطر. ومن صنوفه الحاق الضرر بالبيئة او باحد المرافق والاملاک العامة او الخاصة او تعريض احد الموارد الوطنية او الطبيعية للخطر فكل هذا من صور الفساد في الارض التي نهى الله سبحانه وتعالى المسلمين عنها في قوله: "ولا تبغ الفساد في الارض ان الله لا يحب المفسدين" (سورة القصص/ ۷۷)

(صحيفة "العالم الاسلامي" الصادرة من الرابطه بمكة المكرمة الرابطة) (رقم العدد ۱۷۳۹)

سرکاری یا حکومتی دہشت گردی:

حکومتوں کا اپنے ملک میں بسنے والوں اور وہاں کے مختلف طبقات کے درمیان عدل و مساوات کا سلوک نہ کرنا، بعض طبقات کے ساتھ سیاسی و معاشی، ثقافتی ناانصافی کو روا رکھنا اور ان کے جان و مال کے تحفظ میں دانستہ کوتاہی کرنا کھلی ہوئی سرکاری دہشت گردی اور حکومتی غنڈہ گردی ہے۔ سرکاری دہشت گردی کی مختلف شکلیں دیکھنے کو مل رہی ہیں۔

(۱) ثقافتی وفکری دہشت گردی:

ہندوستان جیسے سیکولر ملک کے اندر تعلیم کا بھگوا کرن اور اور ہندتو کا احیاء اور تاریخی واقعات وحوادث اور حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش، اقلیتوں کے خلاف تقریر وتحریر کے ذریعہ شعلہ اگلنا اورنفرت کے بیج بونا۔

(۲) مذہبی دہشت گردی:

کسی سرکار کا اپنے ملک میں بسنے والی کسی مذہبی اقلیت کی عبادت گاہوں اور مذہبی مقامات کو خاطر خواہ تحفظ فراہم نہ کرنا اور تاریخی مسجدوں اور گرجا گھروں کو منہدم کرنے والوں کو کھلی

چھوٹ دے کر انہیں ''کارسیوک'' کے خطاب سے نوازنا، اقلیتوں کے خلاف اسلحہ استعمال کرنے کی ٹریننگ کا کیمپ حکومت کی معان کا پارٹیوں کا چلانا ترشوں باٹنا اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے مختلف ناموں سے سنیائیں بنانا۔ دوسری طرف مسلمان اگر قانون کے دائرہ میں رہ کر بھی دین پر عمل کریں اور اپنا حق مانگیں یا حق استعمال کریں تو انہیں ٹاڈا اور پوٹو جیسے قوانین کا سہارا لے کر گرفتار کرلیا جانا، حتیٰ کہ ان کے دینی تعلیمی اداروں کو بلاکسی ثبوت کے دہشت گردی کے اڈے قرار دینا، یہ سب سرکاری دہشت گردی کے زمرہ میں آتا ہے۔

سرکاری دہشت گردی کی واضح مثال گزشتہ مہینوں پیش آنے والا گجرات کا سانحہ بھی ہے۔ جہاں مسلمانوں کی جان، مال اور عزت و آبرو کو تباہ و برباد کرنے کے لئے برسہا برس پہلے سے پلاننگ کی گئی تھی۔ ووٹر لسٹوں سے مسلمانوں کے نام اور مکان نمبر نوٹ کئے گئے، گاڑیوں کے نمبرات نوٹ کئے گئے، پولیس اور سرکاری عملہ کی سرپرستی میں مہینوں مسلمانوں کو جلایا جاتا رہا، گھروں کو لوٹا جاتا رہا، ماؤں و بہنوں کی عصمت دری کی جاتی رہی اور نہ جانے کیسے کیسے ظلم وستم ڈھائے گئے۔ مرکزی سرکار بھی خاموش تماشائی بنی رہی بلکہ مودی سرکار کو کلین چٹ دے دی گئی۔ سرکاری دہشت گردی کی یہ بدترین مثال ہے۔

غیر ملکی سطح پر بوسنیا ہرزے گووینا میں جو کچھ ہوا اور موجودہ دور میں فلسطین اور چیچنیا میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے یہ سب سرکاری دہشت گردی کی اعلیٰ مثال ہے۔ اور الٹے الزام مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے کہ یہی ہر جگہ دہشت گردی انجام دے رہے ہیں۔

مظلوم کا ظلم کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونا دہشت گردی نہیں:

کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی کی متعدد صورتیں ہیں۔ حکومت کبھی ناانصافی کی یہ صورت اپناتی ہے کہ وہ کسی خاص طبقہ کے جائز حقوق ادا کرنے میں تساہل برتتی ہو، مثلاً صفائی ستھرائی اور مواصلات، روشنی و پانی جیسی بنیادی سہولیات سے محروم رکھے یا ملازمتوں میں آبادی کے تناسب سے ملازمت کے مواقع نہ فراہم کرے، تمام تر صلاحیتوں اور لیاقتوں کے باوجود، ایسا محض مذہبی یا گروہی تعصب کی بنا پر کیا جاتا ہے، ایسی ناانصافیوں پر احتجاج کرنا مباح ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کی ناانصافی اور تفویض مناصب کی نامناسب ترجیحات کے بارے میں صحابہ کرام

☆عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً☆

کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

انکم ستلقون بعدی أثرةً فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض۔

(صحیح مسلم، ص ۱۲۷، ج ۲)

احتجاجی ردعمل کے جواز کے ساتھ مسلمانوں کے اجتماعی مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ سیاسی حکمت عملی اپناتے ہوئے اپنے جائز حقوق کی حصولیابی کے لئے کوشاں ہیں اور اس جمہوری ملک میں جو اس کی جائز صورتیں مروج ہیں اس پر عمل پیرا ہوں۔

ناانصافی کی دوسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ کسی گروہ یا جماعت کے جان و مال اور عزت و آبرو پہ حملہ کیا جائے۔ اور اس کی بدترین شکلیں نسل کش فسادات کا برپا ہونا ہے۔ ایسی صورت میں سارے مبتلا بہم افراد پر اپنا دفاع کرنا تو واجب ہے اور ان مبتلا بہم اور مظلومین کا دفاع دوسرے لوگوں کے لئے جواز کی حدود میں آتا ہے۔

مظلومین کا ظلم کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونا ہرگز دہشت گردی کے دائرہ میں نہیں آتا۔

فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدیٰ علیکم ط

(سورہ بقرہ/۱۹۴)

اسلام نے مظلوم و غیر مظلوم دونوں کو ہی ظالم کو اس کے ظلم سے روکنے اور باز رکھنے پر ابھارا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے:

انصرا خاک ظالماً او مظلوماً، قالوا یارسول الله، هذا ننصره مظلوماً، فکیف ننصره ظالماً ؟ قال : تأخذ فوق یدیه

(ص ۱۲۴، ج ۵، صحیح البخاری مع فتح الباری)

ہندوستان جیسے ملک میں مسلم اقلیت چاہے وہ جس صوبے اور خطے میں رہتی ہو، کسی صوبے یا شہر کے مسلمانوں پر ہونے والے فسادات و مظالم کے خلاف، اس کے لئے آواز اٹھانا ضروری ہے۔ اس لئے کہ بلوائی اور فسادی جماعت کا تعلق پورے ملک سے ہے اور ملک کے سارے مسلمان اس کے نشانے پر ہیں۔ ایک علاقہ کے مسلمانوں کو لوٹنے اور مارنے کے بعد اس تجربہ سے فائدہ اٹھا کر دوسرے علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کو تاخت و تاراج اور برباد کرنے کی وہ پلاننگ اور ریہرسل کرتے ہیں۔ اس لئے پورے ملک کے سارے ہی مسلمان فی الجملہ مبتلا بہ کا درجہ رکھتے

ماجاز لعذر بطل بزواله ☆ جس کا استعمال عذر کی وجہ سے جائز ہو عذر ختم ہوتے ہی جواز بھی ختم ہو جائے گا

ہیں اور خود اپنے دفاع کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے علاقہ میں ہونے والے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔

بے قصور لوگوں سے انتقام لینا جائز نہیں:

اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو جس میں اس طبقہ کے کچھ افراد شریک ہوں تو ایسی صورت میں مظلوموں کو ظلم کرنے والے گروہ کے ان لوگوں سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے جو بے قصور ہیں اور اس ظلم میں خود شامل نہیں ہیں۔ فرمانِ باری عزوجل ہے:

ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا ط اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ ط (سورہ مائدہ/ ۸)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لو لیه سلطاناً فلا یسرف فی القتل انه کان منصورا o (سورہ اسراء/ ۳۳)

ایک غزوہ میں ایک جگہ بھیڑ لگی ہوئی تھی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں لوگ کیوں اکٹھا ہیں؟ صحابہ نے بتایا کہ وہاں ایک مقتول عورت کی لاش پڑی ہوئی ہے اسی پر بھیڑ ہو رہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ما کانت هذه لتقاتل** (یہ تو قتال میں شریک نہ تھی) پھر اسے کیوں قتل کیا گیا، اور اس غزوہ میں مقدمہ کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید تھے تو انہیں کہلا بھیجا:

وعلی المقدمة خالد بن الولید فبعث رجلا فقال: قل لخالد: لا تقتل امرأةً ولا عسیفًا (مشکاۃ المصابیح، ص ۳۴۳، ج ۲) **وفی روایة: لا تقتلوا شیخاً فانیا ولا هذا صغیرا ولا امرأةً** (بحوالہ بالا)

اسلام بحالت جنگ بھی کمزوروں، بے بسوں اور لاچاروں پر ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی جیسے ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کفایت المفتی میں فتویٰ کچھ یوں تحریر فرمایا ہے:

> ”مجرموں کو گرفتار کرانا یا ان سے انتقام لینا تو صحیح ہے۔ مگر اصل مجرم گرفتار نہ ہوسکیں تو ان کے عوض میں دوسرے بے گناہوں پر حملہ کرنا اور انہیں مارنا صحیح نہیں۔“ (ص ۳۳۹، ج ۹، کفایت المفتی)

مسلم ملکوں میں غیر مسلموں کو اُن کے شخصی قوانین میں حاصل ہونے والی آزادی کے حدود:

مسلم ملکوں میں آباد غیر مسلموں کو عقیدہ وعبادات کے سلسلے میں اپنے گھر کی چہار دیواری میں یا اپنی آبادیوں میں پوری آزادی حاصل ہے۔ انہیں قبول اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

لقوله تعالىٰ : لا اكراه فى الدين قد تبين الرشد من الغى ط

(سورہ بقرہ/ ۲۵۶)

اسی لئے ایمان و اسلام کا تعلق تو قلب سے ہے طاقت یا تلوار کے زور پر کسی کو مسلمان بنانا بالکل غیر مفید ہے۔ فرمانِ باری ہے:

أفأنت تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين ○ (سورہ یونس/ ۹۹)

ولقوله تعالىٰ: فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر ط (سورہ کہف/ ۲۹)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کوفہ کے دیہاتوں میں کافروں کو عبادت گاہ بنانے کی اجازت دی تھی لیکن صاحبین نے اس رائے سے اختلاف کیا اور صاحب ہدایہ نے دونوں قول میں اس طرح تطبیق دی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کوفہ کے دیہاتوں میں اجازت اس لئے دی تھی کہ وہاں کی آبادی کی اکثریت ذمیوں پر مشتمل تھی۔ لیکن شہروں میں جہاں اسلام کے شعائر کا غلبہ ہے وہاں غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہ بنانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

اسی طرح مسلم ممالک کے وہ دیہات جو مسلم آبادیوں پر مشتمل ہوں وہاں بھی اجازت نہ ہوگی، صاحب ہدایہ نے اس قول کو اصح قرار دیا ہے۔ (ص ۴۵۷، ج ۴، ہدایہ)

اس وقت سرزمین پہ وہ واحد ملک جس کے شہر یا دیہات کہیں پر بھی غیر مسلموں کو کسی طرح کی عبادت گاہ بنانے کی اجازت نہیں ہے وہ سعودی عربیہ ہے۔ وہاں غیر مسلموں کو اپنے دینی امور پر عمل پیرا ہونے کی اجازت تو ضرور ہے لیکن کھلے عام نہیں۔

ان اختصاص الجزيزة العربية بتحريم وجود معابد لغير المسلمين يعزز فرضة نجاح دعوة غير المسلمين الى الاسلام۔

(صحيفة العالم الاسلامی/ العدد ۱۷۴۷)

☆ ماحرم اخذه حرم اعطاؤه ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ☆

دکتور فہمی عادل بیومی اپنے مقالہ میں ذیلی عنوان "عدم اکراههم (غیر المسلمین) علی ترک دینهم" میں یوں رقم طراز ہیں:

ویتعدی الاکراه فی حفظ غیر المسلمین فی المملکة العربیة السعودیة فی انفسهم واموالهم واعراضهم الی حفظ دینهم فیترکون وما یدینون ولا یکرهون علی الدخول فی الاسلام ولا یعنی ذلک الرضا بماهم علیه من الکفر والشرک ومع ذلک لم یجبر الاسلام غیرالمسلمین الی الاسلام (مقال : بعنوان : حقوق غیرالمسلمین فی المملکة العربیة السعودیة بین النص الشرعی والتطبین الحضاری/ صحیفة العالم الاسلام/ للعدد ۱۷۴۷)

معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کو ان کے شخصی قوانین میں مکمل آزادی حاصل ہے، ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی جائز نہیں ہے حتیٰ کہ ان کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے گا اور جبراً اسلام ان پر نہیں تھوپا جائے گا۔ ان سے طاقت سے زیادہ کام لینا اور ان کی چیزوں کو بغیر ان کی رضا کے لے لینا یا ان کے حقوق میں کسی طرح کی کمی کرنا، کسی طرح جائز نہیں۔ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

من ظلم معاهداً او نقص حقه او کلفه فوق طاقته او اخذ منه شیئا بغیر طیب نفس فانا خصمه یوم القیامة.

(رواہ ابوداؤد والبیہقی بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ص ۲۱۹، ج ۶)

دہشت گردی کے اسباب ومحرکات کے تدارک کیلئے اسلامی ہدایات:

انسانی مسائل ومشکلات کے حل میں عدل وانصاف سے تجاہل اور بین الاقوامی تعلقات میں طاقت کا استعمال اور زبردستی کا طریقہ بہت ساری چپقلشوں اور جنگ وجدل کا سبب ہے۔ دین اسلام جہاں پوری قوت وشدت کے ساتھ ظلم وزیادتی کو منع کرتا ہے۔ تشدد اور دہشت گردی کو حرام قرار دیتا ہے۔ وہیں عدل وانصاف، عفو ودرگزر، باہمی گفت وشنید، عام انسانوں کے درمیان تعلقات اور آپسی رواداری پر بھی زور دیتا ہے۔ (بیان مکۃ/ مجمع الفقہ الاسلامی مکۃ المکرمۃ)

☆اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام☆جب حلال وحرام جمع ہوجائیں تو حرام غالب ہوگا☆

اسلام کا نظام عدل و مساوات اور غیروں پر عدم اعتداء اور اسی طرح سے احترامِ انسانیت کا اصول، اور **عدم التعاون علی الاثم و العدوان**، اور بہت سے دیگر ایسے اصول وضوابط اسلام میں موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا سے دہشت گردی کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ دنیا جب تک اسلامی تعلیمات کو گلے نہیں لگاتی، یہاں حقیقی چین وسکون خواب وخیال بنا رہے گا۔

ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا ط اعدلوا ھو اقرب للتقوی کے اندر اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ساتھ بھی عدل و انصاف کو تھامے رہنے کا حکم دیا ہے۔ دوسری جگہ کھیتی کی بربادی اور نسل کشی چاہے کسی قوم وملت اور فرقہ کی ہو اسے مذموم قرار دیا ہے۔ فرمانِ باری ہے:

و اذا تولی سعی فی الارض لیھلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد ط (سورہ بقرہ/ ۲۰۶)

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے سرکشی اور عدوان، ظلم وزیادتی سے منع فرمایا ہے: **ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین** ہ (بقرہ/ ۱۹۰) احترام انسانیت کا اصول یوں بیان فرمایا: **ولقد کرمنا بنی آدم وحملنا ھم فی البر والبحر** ط (اسراء/ ۷۰) نیز اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان والوں کے لئے باعث رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے: **وما ارسلناک الا رحمة للعالمین** ہ (سورہ انبیاء/ ۱۰۷)

ایک انسان کا دوسرے انسان کی طرف سے عزت و احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی حفاظت وحمایت کی جائے، اسی وجہ سے اسلامی شریعت نے ان کی جان و مال کو معصوم قرار دیا ہے۔ اسلامی نظامِ حکومت میں ایک غیر مسلم کی جان و مال کی حفاظت وصیانت کے لئے وہی قوانین نافذ ہوتے ہیں جو ایک مسلمان کے لئے، اور سزا بھی اس کو وہی دی جائے گی جو مسلمان مجرم کو دی جاسکتی ہے۔ (بیان مکة المکرمة/ مجمع الفقہ الاسلامی)

جان و مال اور عزت وآبرو پر حملہ کے دفاع کی شرعی حیثیت:

شریعت نے جان و مال اور عزت وآبرو پر حملہ کے دفاع کی بھرپور اجازت دی ہے۔

دفاع عن النفس:

جمہور فقہاء (امام ابوحنیفہ، شافعیہ اور مالکیہ) کے نزدیک واجب ہے۔ دکتور وھبہ زحیلی

لکھتے ہیں:

فیجب علی المعتدیٰ علیہ ان یدافع عن نفسہ فی رأی ابی حنیفۃ والمالکیۃ والشافعیۃ۔

شافعیہ وجوب دفاع کے اس صورت میں قائل ہیں جبکہ حملہ آور کافر یا جانور ہو، اور حملہ آور کے مسلمان ہونے کی صورت میں استسلام کے جواز بلکہ مسنون ہونے کے قائل ہیں بدلیل روایت ابی داؤد "کن خیرا بنی آدم" یعنی قابیل و ہابیل۔ (الفقہ الاسلامی، ص ۵۵د، ج ۵)

قائلین وجوب کے دلائل یہ ہیں:

(۱) قولہ تعالیٰ: ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" (۲) قولہ تعالیٰ: فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ" (۳) قولہ تعالیٰ: "فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم" (۴) قولہ تعالیٰ: "وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا"

اور ان کی ایک دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان کو بحالت اضطرار حرام چیز کھا کر بھی جان کی حفاظت کرنی واجب ہے تو قتل کی صورت میں بھی اپنے جان کی مدافعت واجب ہوگی۔

علامہ جصاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

وان الواجب علی من قصدہ بالقتل ان علیہ قتلہ اذا امکنہ وانہ لا یسعہ ترک قتلہ مع الامکان (ص ۴۷۸، ج ۲)

دفاع عن المال:

جمہور فقہاء کے نزدیک دفاع عن المال جواز کے درجہ میں ہے۔ خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ، جبکہ ناحق لیا جارہا ہو اور مدافع عن المال پر کوئی قصاص عائد نہیں ہوگا جبکہ اس نے مدافعت میں اسہل فالاسہل کے اصول کو برتا ہوگا۔ جمہور کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے:

قال: جاء رجل فقال: یارسول اللہ: ارأیت ان جاء رجل یرید أخذ مالی؟ قال: فلا تعطہ مالک (وفی لفظہ: قاتل دون مالک) قال: ارایت ان قاتلنی؟ قال: قاتلہ قال: ارایت ان قتلنی؟ قال:

فأنت شهيد، قال: ارايت ان قتلة؟ قال : هو في النار

(رواہ مسلم واحمد (نصب الرأیۃ : ۷/۳۴۸) (بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ،ص ۷۶۷، ج ۵)

حکم الدفاع عن العرض:

اگر کسی فاسق کی جانب سے کسی عورت کی عزت و آبرو پر حملہ ہو تو باتفاق فقہاء عورت کو اپنا دفاع بہر صورت کرنا واجب ہے کیونکہ غیر مرد کو اپنے اوپر قدرت دینا عورت پر حرام ہے اور ممکنہ دفاع کے ترک میں معتدی کو اپنے اوپر قدرت دینا لازم آتا ہے۔ اسی وجہ سے عورت کے لئے بجز معتدی کے قتل کے اور کوئی صورت نہ رہ جائے کے موقع پر اس کا قتل کر دینا واجب ہے۔ اگر وہ اُسے قتل کر دیتی ہے تو مقتول کا خون ہدر جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی مرد کسی عورت کی عزت و آبرو لٹتی ہوئی دیکھ رہا ہو تو دیکھنے والے پر عورت کی طرف سے مدافعت کرنا حتی الوسع واجب ہوگا۔ گرچہ قتل ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو اور اُسے اپنی جان کا خطرہ نہ ہو۔ اس لئے کہ اعراض یعنی عزت و آبرو، حرمات اللہ فی الارض ہیں۔ اس کی اباحت کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہوسکتی۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ،ص ۷۵۹، ج ۵)

حق مدافعت کے حدود:

مدافعت کے حدود شریعت میں متعین ہیں اور وہ ہے **الاخف فـالاخف یاالاسهـل فـالاسهل** کا اصول۔ چنانچہ اگر مدافعت، صرف زبانی گفتگو اور دیگر لوگوں کی مدد اور تعاون سے کر لی جاسکتی ہو تو ایسی صورت میں مدافع پر ضرب و پٹائی کرنا حرام ہوگا اور اگر مدافعت ہاتھ کی پٹائی سے ممکن ہو تو کوڑے کا استعمال حرام ہوگا اور اگر مدافعت کوڑے کے استعمال سے پوری طور پر حاصل ہوسکتی ہو تو لاٹھی کا استعمال ممنوع ہوگا اور اگر مدافعت، حملہ آور کے کسی عضو کو کاٹ کر ممکن ہو تو اس کا قتل کیا جانا حرام ہوگا اور مدافعت اگر صرف اور صرف قتل کرنے سے ہی ہوسکتی ہو تو مدافع کے لئے ایسی صورت میں حملہ آور کا قتل مباح ہوگا۔ لیکن اگر حملہ آور تلوار وغیرہ کے ذریعہ ہلا بول دے تو مدافع کو اول وہلہ ہی قتل کر ڈالنا مباح ہوگا کیونکہ اب قتل کے سوا کوئی دوسری اخف اور اسہل صورت باقی ہی نہ بچی تھی۔

☆اذا تعارض الحقوق قدم منها المضيّق ☆

اور اگر کسی گروہ کی جان و مال اور عزت و آبرو پر دوسرا بڑا گروہ منظم حملہ آور ہو جیسا کہ فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر ہوا کرتا ہے تو ایسی صورت میں مبتلا بہ مسلمانوں پر اجتماعی مدافعت واجب ہوگی اور دیگر غیر مبتلا بہ مسلمانوں پر ان مظلومین کا حتی الامکان تعاون کرنا اباحت کے درجہ میں ہوگا۔ **ولو عرض اللصوص لقافلة جاز لغير اهل القافلة الدفع عنهم** (الفقہ الاسلامی وادلتہ، ص ۷۵۱، ج ۵)

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

چند فقہی قواعد کا بقیہ

(۲) ''عَنْ اَبِیْ امامَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِیْعُوا الْقَیْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَلَا خَیْرَ فِیْ تِجَارَةٍ فِیْهِنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ'' (رواہ الترمذی)

(حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم گانے والیوں کو نہ بیچو، نہ انہیں خریدو اور نہ انہیں تعلیم دو۔ ان کی تجارت میں نفع ہرگز نہیں اور ان کی کمائی حرام ہے)۔

مذکورہ آیت طیبہ اور احادیث کی روشنی میں ہی فقہاء فرماتے ہیں: ''الغناء حرام'' (گانا حرام ہے) اس مسئلہ پر تفصیلی بحث تفسیر مظہری، تفسیر ضیاء القرآن اور دیگر تفاسیر میں مذکورہ آیت کریمہ کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ہمارا مقصود فقط اتنا ہے کہ رقص وسرور کی وہ محفل جو خالصتاً لہو ولعب کے لئے، معصیت وگناہ کو عام کرنے اور فسق وفجور کو رواج دینے کے لئے منعقد کی جائے اور اس میں شریک افراد فسق وفجور کے عادی ہوں اور محفل ہی کشش نماز اور دیگر ارکان شرعیہ بجالانے میں ان کے لئے رکاوٹ ہو تو بالاتفاق ایسی محفل کا انعقاد ناجائز ہے اور اس پر خرچ کی گئی رقم کا لینا دینا حرام ہے۔

☆ جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہوگی ☆